آواز

حسینہ فریدی

محال ہے کہ ملے شب میں زندگی کا سُراغ

ابنِ صفی چلے گئے، اسرار احمد نارویؔ ہمیں چھوڑ گئے۔ جانے والے کو روئیں، یاد کریں یا اُن کی تربت پر پھول چڑھائیں۔ ہمارے آنسو اور ہماری آہیں، اُن کو واپس نہیں لا سکتیں۔ یہ تو عقیدت کے پھول ہیں، اُن کی خدمت میں حقیر سا نذرانہ ہے۔

وفاؤں کے مسافر کا سفر تمام نہیں ہُوا۔ ان کے لگائے ہُوئے پودے ہمیشہ سرسبز و شاداب رہیں گے۔ اُن کی جانب سے ٹھنڈی ہوائیں آتی رہیں گی۔

دلوں کے حکمراں کا ہر گھر میں ایسے ہی انتظار کیا جاتا تھا، جیسے ایک معزز اور محترم دوست کا کیا جاتا ہے... اور جب کرنل فریدی، کیپٹن حمید اور کبھی عمران، صفدر، جوزف، ہمارے پاس آتے تو ایک دوسرے چھپایا جاتا، چھینا جھپٹی ہوتی کہ پہلے میری باری آئے۔ بے چینیاں بڑھتیں اور اس وقت تک چین نہ آتا جب تک پڑھ نہ لیا جاتا۔

... اور پھر تبصرے ہوتے۔ اُن کی نئی اور پرانی کتابوں سے جملے چُنے جاتے، اقتباس سُنائے جاتے، پسندیدہ کرداروں کی حمایت میں زور شور سے بحثیں ہوتیں اور وقت گزرنے کا احساس ہی نہ رہتا۔

کیا یہ انتظار اب ختم ہوا؟... نہیں، اُن کے لگائے ہُوئے پھول ہمیشہ خوشبو دیتے رہیں گے۔ اُن کے بکھیرے ہُوئے موتی، یونہی چُنے جاتے رہیں گے اور اُن کے جلائے ہُوئے چراغوں کی لو کبھی ماند نہیں پڑے گی۔ یہ سفر جاری رہے گا۔ اُن کی... کتابیں، بار بار پڑھنے کے باوجود، ہر بار نیا انداز لیے نظر آتی ہیں۔

حسّاس ابنِ صفی، ہم میں نہیں رہے لیکن اُن کا بخشا ہُوا احساس زندہ ہے اور اس احساس کے ساتھ وہ بھی زندہ ہیں۔ جرم سے نفرت، قانون کا احترام سکھانے والے، سچائی کی حکمرانی اور نیکی کا درس دینے والے نہیں ہیں لیکن اُن کے دکھائے ہُوئے راستے سلامت اور روشن ہیں۔ وطن کی عظمت کے گیت سُنانے والے تھک کر سو گئے۔ وہ وطن تا قیامت سلامت رہے گا جس کی عظمت کے گیت انہوں نے سُنائے تھے۔ یہ سرزمین، انہیں کبھی فراموش نہیں کر سکے گی، جب ہی تو تھکے ہارے، پیشہ ور ادیبوں اور سکّے بند ناخداؤں کے ستائے ہوئے اس انسان کو اپنی آغوش میں چھپا بیٹھی۔

لکڑی جلی تو کوئلہ، کوئلہ جلے تو راکھ... لیکن راکھ بننے سے پہلے ایک منزل شعلے کی ہے جو بھڑکتا ہے تو مختلف رنگ نظر آتے ہیں جو آزمائش کی بھٹی میں جل کر راکھ ہو جاتے ہیں لیکن دیکھنے والوں پر اپنا گہرا اثر چھوڑ جاتے ہیں اور اُن کی تپش حساس دلوں تک ضرور رسائی پا لیتی ہے۔

ابنِ صفی ایک مسلک اور مقصد لے کر اُٹھے اور آسمانِ ادب پر چھا گئے۔ زندگی کے ہر پہلو کو چھیڑا کون سے مسائل ایسے ہیں جنہیں سامنے نہیں لائے۔ معاشرے کی کون سی دُکھتی رگ ہے جسے اُنہوں نے نہ چھُوا ہو۔

وہ عظیم فلاسفر اور ماہر نفسیات تھے۔ وہ جانتے تھے کہ اپنی بات کس طرح منوائی جاتی ہے۔ انہوں نے کبھی پند و نصیحت کا لہجہ نہیں اپنایا بلکہ بُرائی کو ہر پہلو سے اس طرح پیش کیا کہ اس سے نفرت ہو جائے... سچائی کو اس عظمت سے سامنے لائے کہ دل سے قانون کا احترام ہو۔ پاکیزہ اور صحت مند معاشرہ اُن کا آئیڈیل تھا۔ وہ اپنے کرداروں سے ایک جملے میں وہ بات کہلوانے کے اہل تھے جو ادب کے خود ساختہ خدا زندگی بھر نہ کہہ سکے۔

وہ بنیادی طور پر شاعر تھے اور یہ شاعری اُن کی نثری تحریروں میں بھی پائی جاتی ہے۔ وہ زندگی کی حقیقتوں کے رازداں تھے اور لمحوں کا استعمال جانتے تھے۔ چند لوگ اُن کا مقام نہ پہچان سکے، اس کا دُکھ تو ہے مگر اُن کا مقام، اُن لوگوں نے تو جانا جن کے لیے انہوں نے لکھا، موتی بکھیرے... ان موتیوں کو ریزہ ریزہ پلکوں سے چُننے والوں کی کمی نہیں۔

وہ محبت کے نغمے سُناتے رہے، انسانیت کا درس دیتے رہے، دیے جلاتے رہے۔ یہ بھی نہ سوچا کہ اتنا کام کرنے سے اُن کی صحت خراب رہنے لگی ہے۔ اپنی اذیتناک بیماری کو اپنے عقیدت مندوں سے چھپائے رکھا اور بتایا بھی تو اس وقت جب تیاری مکمل ہو چکی تھی۔ کروڑوں چاہنے والوں کے آنسوؤں کا نذرانہ لینے سے پہلے ہی لحد میں جا سوئے۔

وہ لہو کے آخری قطرے تک، آخری لمحے تک بے راہ روی کے خلاف جہاد کرتے رہے۔ ان کی تحریروں نے بہت سے لوگوں کو گفتگو کا سلیقہ سکھایا۔ اُن کے لافانی کردار، ہمارے درمیان چلتے

پھرتے نظر آتے ہیں۔ وہ ہم جیسے انسان ہیں۔ غلطیاں بھی کرتے ہیں، وہ کوئی خیالی ہیرو نہیں جنہیں کوئی شکست نہ دے سکے۔ کرنل فریدی، نڈر بہادر، نرم دل، با اصول، قانون کا محافظ اور وطن پرست انسان ہے۔ حمید شوخ اور کھلنڈرا ہے جس کی شرارتیں موت کے منہ میں بھی جاری رہتی ہیں۔ عمران، بے لوث، محبِ وطن، ذمے دار آفیسر اور پختہ کردار کا مالک ہے جسے نام و نمود کی پروا نہیں۔ وہ آوارہ اور احمق جیسے ناموں سے پکارا جاتا ہے جسے چھپ کر شکار کرنا پسند ہے۔ جس کی ہر سانس وطن کا قرض ہے۔

ان کرداروں سے ملنے کو جی چاہتا ہے... اور ان کرداروں کو چاہنے والوں کی وہ لڑائیاں جو ابنِ صفی سے جاری رہتی تھیں۔ زمین کے بادل میں فریدی نے سانس روک لیا تو عمران بے ہوش کیوں ہوا... اور اُسے، آپ نے فریدی سے کمتر کیوں دکھایا؟ کسی خط میں شکایت ہے کہ آپ نے بہت دنوں سے حمید صاحب سے کوئی کام نہیں لیا۔ یا کافی عرصے سے صفدر سے ملاقات نہیں ہوئی۔ ... اور وہ سب کی باتیں تحمل سے سنتے۔ غلطی کا اعتراف کر لیتے خواہ وہ غلطی نہ ہو۔

وہ تعریفی خطوط دیکھ کر خوش نہیں ہوتے تھے بلکہ تنقیدی خطوط کو اہمیت دی جاتی۔

ابنِ صفی وہ خوش قسمت مصنف تھے جنہیں زندگی میں کروڑوں چاہنے والے ملے اور وہ بھی اپنے مداحوں کی کڑوی کسیلی سُن کر مزا لیتے تھے... دوسری جانب وہ مظلوم تھے جنہیں زندگی میں، دِل بھر کر لُوٹا گیا اور لُوٹنے والے نقالوں کو کھلی چھٹی ملی رہی کہ جو جی چاہے لے جائیں۔

کچھ لوگوں نے اُن کی عظمت کا اعتراف نہیں کیا۔ کچھ لوگوں نے انہیں ادب کے ناسور کے نام سے یاد کیا۔ ادب کے خود ساختہ خداؤں نے کبھی انہیں درخورِ اعتنا نہیں جانا... اور بمشکل انہیں جاسوسی ادیب لکھ پائے۔ یہ لوگ بھی چھپ چھپا کر ابنِ صفی کو پڑھتے رہے... لیکن وہ اندر سے خوف زدہ تھے۔ اپنی تمام تر کوششوں کے باوجود، ابنِ صفی کی مقبولیت کو کم نہ کر سکے کیونکہ ابنِ صفی کی ہلکی پھلکی، سستی کتابیں، اپنے بلند معیار کی وجہ سے عوام میں بہت پسند کی جاتی تھیں اور اب بھی گھر گھر میں... مقبول ہیں۔ جب کہ مہنگے ادبی رسائل چند لوگوں تک محدود رہتے ہم جیسے لوگ نہ تو انہیں خریدنے کی قوت رکھتے ہیں اور نہ مسائل کے اس دور میں، اُن کو پڑھنے کی ہمت رکھتے ہیں۔ بھلا سارے دن کے تھکے ہارے، کچھ پڑھنا چاہیں تو خالص "ادبی" رسائل کا مطالعہ کریں جو ذہن کو اور تھکا دے... واہ کیوں نہ پڑھیں جس کے پڑھنے سے تمام ذہنی تھکن دُور ہو جائے۔

ان کی عظمت کا اعتراف نہ کرنے والے اُن کے ہم عصر اپنی کم ظرفی کا مُنہ بولتا اشتہار ہیں۔ اسرار احمد کی موت محض ایک جاسوسی ادیب کی موت نہیں ہے بلکہ ہم نے بہت کچھ کھو دیا قارئین کی شخصیت کی تربیت کرنے والے بلند پایہ

ادیب، طنز نگار، شاعر، زندگی کی حقیقتوں کا راز دار جس نے ادب اردو کی آبیاری اپنے لہو سے کی، دھرتی کے زخموں کا مرہم تلاش کرتے رہے اور ان ہی زخموں کو دل کا ناسور بنا لیا لیکن اُن کی تمنا پوری نہ ہوئی کہ "کبھی تو اکڑی ہوئی گردنوں میں خم آئے"۔

اُن کے کردار اتنے خوبصورت، حقیقی اور مکمل لگتے ہیں روزمرہ بات چیت میں ان کی مثالیں دی جاتی ہیں... ان کے محبت سے لیے جاتے ہیں۔ اُن کے خالق سے عقیدت کی حد پیار کیا جاتا ہے۔

نئے لکھنے والوں کے ہاں، اُن کی مثالیں ایسے ہی ہیں جیسے کسی جیتے جاگتے شخص کی بات کی جائے۔ ان کا ذکر شخصیت کی حیثیت سے کیا جاتا ہے... اور یہ سب عقیدت محبت، خلوص، چاہت ابنِ صفی کے لیے ہے۔ کیا کوئی اور یہ مقام پا سکا ہے، جو اُن کا ہے؟

انسانی کمزوریوں سے وہ بھی مبرا نہ ہوں گے... مگر ان کمزوریوں سے واسطہ نہیں پڑا۔ ہمارا رشتہ تو ان کی تحریروں دم سے قائم ہے... ہاں، آپ اُن کے خلوص کو اُن کی کمزوری سکتے ہیں، وہ خلوص جو اپنوں اور بدخواہوں کے لیے یکساں تھا

وہ ایک صاف دل کے مالک تھے۔ دوسروں کے دل میل بھی اُن سے پوشیدہ رہتا تھا یا وہ دانستہ چشم پوشی کرتے اپنے اپنے ظرف کی بات ہے۔

وہ غریبوں کے ہمدرد اور عوام کے ساتھی تھے... لیکن عامیانہ بات اُن کے نزدیک ناپسندیدہ نہیں تھی۔

بہت کم لوگ ایسے ہوں گے جنہوں نے یہ مقام حاصل کیا۔ افکار، کردار اور اعمال میں یکساں رویہ رکھنے ابنِ صفی آج ہم میں نہیں ہیں لیکن اُن کا کردار، ہمارے ہمیشہ مشعلِ راہ ثابت ہوتا رہے گا۔ اللہ اُن کو اپنا قرب کرے اور آغوشِ لحد، اُن کے لیے گوشۂ عافیت ہو۔